Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29
Publishers: Nobel Institute for New Generation
Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

سجاد باقر رضوی کی کتاب مغرب کے تنقیدی اصول کا جائزہ

Mushtaq Ahmad
Humaira Shaheen
Adila Munir

PHD Scholar Urdu National College of Business Administration $ Economics Sub Campus Bahawalpur at-Mushtaqkharal46@gmail.com
PHD Scholar Urdu National College of Business Administration $ Economics Sub Campus Bahawalpur at-Humeralqp2@gmail.com
PHD Scholar Urdu National College of Business Administration $ Economics Sub Campus Bahawalpur at-adilamunir786@gmail.com

Abstract

Sajjad Baqir Rizvi is an eminent poet,critic,translator and expert educationist. He wished to see great human behavior around him. He struggled all his life for this cause. He has an attractive personality. Sajjad Baqir Rizvi started his teaching career from Islamia College as lecturer in English and later joined Oriental college as lecturer in Urdu. He wrote many publications includingTaisha.i.Lafz and Joo.I.Maani(poetry collection) and Tahzib.o.Takhliq but he earned his great fame due to his prominent critical work Maghrib Kay Tanqidi Asool. He tried his best to cover critical work from Aristotle to Eliot. It is considered the first work highlighting the principles of western Criticism starting from Greek philosophers and critics Aristotle and Plato. He did not follow the traditional way of criticism rather he paved a new path for himself .He was in favour of grand values in criticism. He also discussed Longinus and Dante then some English critics like Sidney ,Johnson, Dryden and Eliot, Wordsworth, Coleridge and Edger Allan Poe. He discussed in detail their critical view on different form of literature. He studied original texts of these critics and summed up their views in a logical manner. Urdu critics got much guideline from this book because it proved to be a miles stone for the Urdu Critics. He became the pioneer in the field criticism. He made it easy for the readers and writers to study Western principles of criticism.
Key Words: Prominent critical work, western criticism, miles stone, pioneer

تعارف:

تنقید عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ نقد ہے۔ تنقید کے لغوی معنی "کھرے اور کھوٹے کو پرکھنا" ہے۔ جبکہ اصطلاح میں کسی ادیب، شاعر یا مصنف کے فن پارے یا تحریر کے حسن و قبیح کا احاطہ کرتے ہوئے اس کے مقام و مرتبے کا تعین کرنا ہے۔ تنقید میں کوشش کی جاتی ہے کہ فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کر کے یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے

اپنی تخلیقی کاوش کے ساتھ کس حد تک انصاف کیا ہے۔فن تنقید دراصل وہ فن ہے جس میں کسی فنکار کے تخلیق کردہ ادب پارے پر کہ شاعر یا ادیب نے موضوع کے لحاظ سے اصول و قواعد اور غیر جانب داری کے ساتھ بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔انگریزی میں اسے

"CRTITISIM" کہتے ہیں جو مندرجہ ذیل مفاہیم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

١. عیب چینی

٢. فن پارے کی تحلیل

٣. تفسیر

٤. تشریح و توضیح

٥. درجہ شناسی (قدر و قیمت کا تعین)

پروفیسر سجاد باقر رضوی پنجاب یونیورسٹی اور نٹئیل کالج کے بے مثال استاد رہے ہیں۔آپ ٤ اکتوبر ١٩٢٨ کو ہندوستان کے ضلع اعظم گڑھ کی تحصیل پھول پور کے گاوں جمانواں میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام سید اولاد باقر تھا۔ قیام پاکستان کے وقت انھوں نے کراچی میں سکونت اختیار کی اور کراچی یونیورسٹی سے بی۔اے آنرز (انگریزی) اور ایم۔اے انگریزی کی ڈگریاں حاصل کیں۔انھوں نے کراچی یونیورسٹی سے ہی اردو میں پی۔ایچ۔ڈی کی. اس کے بعد آپ نے لاہور کا رخ کیا جہاں آپ اسلامیہ کالج سول لائنز اور اورنٹئیل کالج جامعہ پنجاب میں درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہوگئے۔

سجاد باقر رضوی نے تنقید، شاعری اور انگریزی زبان کی کتب کے اردو میں تراجم کرکے اردو ادب کیلئے مثالی کردار ادا کیا۔انھوں نے فن پاروں کو پرکھنے کیلئے اصول وضوابط مرتب کئے۔ان کے شعری مجموعوں میں "تیشہ لفظ اور جوئے معنی" شامل ہیں۔اس کے علاوہ ان کے تراجم میں "داستان مغلیہ، حضرت بلال، بدلتی دنیا اور افتادگان خاک" نمایاں کتب ہیں۔ان کی پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے کا عنوان "طنز و مزاح کے نظریاتی مباحث اور کلاسکی اردو شاعری ١٨٥٧ تک" ہے۔جو اب کتاب کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ سجاد باقر رضوی کی حقیقی پہچان تنقید کے میدان میں خاص طور پر ان کی تنقید پر شہرہ آفاق کتب "مغرب کے تنقیدی اصول اور تہذیب و تخلیق" شہرت دوام حاصل کر چکی ہیں۔آپ علم وفضل، تحقیق و جستجو، وسعت نظر اور جذبہ خدمت زبان وادب میں اعلیٰ مقام پر پہنچے۔آپ ایک حساس شاعر، بلند پایہ محقق، نقاد، مترجم اور دانش ور تھے۔

عارفہ صبح خان تحریر کرتی ہیں:

"ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے تنقید میں نئی جہت کو متعارف کروایا۔وہ ان نقادوں میں سے نہیں جو روایتی ڈگر پر چلتے رہتے ہیں اور اپنا کوئی نقش قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی ان چند لوگوں میں سے تھے جو اپنی وضع قطع، اپنی سوچ اور اپنا نظریہ زندگی سے پہچانے جاتے ہیں جن کی زندگی کا نصب العین اعلیٰ قدروں کی ترویج ہوتا ہے۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی تنقید کی دنیا میں اپنے نظریات اور اصولوں کے ساتھ کھڑے دکھائی دیتے ہیں"۔(١)

سجاد باقر رضوی کی شہرہ آفاق کتاب "مغربی تنقید کے اصول" نصرت پبلشرز امین آباد لکھنو نے ١٩٨٥ میں شائع کی۔اس کتاب کو انھوں نے انیس ابواب میں تقسیم کیا ہے ہر باب میں مختلف نقادوں کے متعلق سیر حاصل گفتگو کی ہے۔انھوں نے تنقید "افلوطون سے پہلے" سے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے اور "ٹی۔ایس ایلیٹ" پر اختتام کیا ہے۔انھوں نے یونانی اور انگریزی نقادوں کے کام کو تفصیل سے پڑھا اور تجزیاتی اور سائنسی انداز میں اپنی تحقیق مکمل کی۔

۔ان کی کتاب کے ابواب کی تفصیل یوں ہے۔

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29
Publishers: Nobel Institute for New Generation
Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

١. تنقید افلاطون سے پہلے

٢. افلاطون

٣. ارسطو

٤. عہد روما کی تنقید

٥. لانجائنس

٦. دانتے

٧. سر فلپ سڈنی

٨. ڈرائیڈن

٩. ڈاکٹر جانس

١٠. نوکلاسکی اقدار کے خلاف رد عمل اور جدید طرز احساس کی ابتدا

١١. ورڈزورتھ

١٢. کالرج

١٣. ایڈ گرایلن پو

١٤. طین اور ساں بو

١٥. میتھو آرنلڈ

١٦. رسکن

١٧. والٹر پیٹر

١٨. کروچے

١٩. ٹی۔ایس۔ایلیٹ

1. تنقید افلاطون سے پہلے:

سجاد باقر رضوی کے مطابق پانچویں صدی قبل مسیح کے یونان نے تہذیب کے کئی درجے حاصل کر لئے تھے۔ قدیم یونانی فنون شاعری کے فن میں بہت آگے تھے۔ ہومر کے کلام میں فن کی ماہیت کے بارے میں کوئی ذکر نہین ملتا لیکن فن کے مقصد اور منصب کے حوالے سے کافی مواد موجود ہے جن سے چند نکات اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

١. "شاعری اور مغنی شاعری کی دیوی کے چہیتے ہوئے ہیں۔ وہ ان سے بصارت چھین لیتی ہے لیکن انھیں سریلے نغمے بخش دیتی ہے۔

٢. "مغنی کو نغمہ چھیڑنے کی تحریک دیوتاؤں سے ملتی ہے اور اس لئیے ان کی یہ صلاحیت الہامی ہوتی ہے"۔

٣. "مغنی اپنے نفاذ کے ذریعے انسانوں کو مسرت بخشتا ہے"

٤۔مغنی شاعری کی کہانی میں صداقت ہوتی ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ الہامی ہوتی ہے"۔(٢)

٥۔ان تمام جدید تر نظریات کے باوجود یوری پیڈیز نے اپنے دور کے مروجہ نظریہ فن کو کبھی چیلنج نہ کیا۔ان کے مطابق شاعر کا کام مبلغ کی طرح کا ہوتا ہے۔

2.افلاطون:

افلاطون کی شہرہ آفاق کتب "ریاست" اور "قانون" اپنے معاشرے کو پستی سے بلندی کی طرف لے جانے کیلئے لکھی گئی۔اس دور میں شاعر کا انحطاط دراصل معاشرتی انحطاط کا ایک جزو تھا۔افلاطون کے مطابق شاعری میں جذبات کی پستی اور ہیجان انگیزی معاشرے کی بے راہ روی میں مذید اضافے کا باعث بنتی ہیں۔شاعری کے بارے میں افلاطون کا یہ یقین تھا کہ یہ کسی الہامی قوت کا نتیجہ ہوتی ہے۔اس لیئے اس میں شعور اور تخلیق کا کم عمل دخل ہوتا ہے۔افلاطون کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ شاعری کے تاثرات عظیم اخلاقی صلاحیتوں کیلئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔افلاطون نے شاعری کو ٣ اصناف میں تقسیم کیا ہے۔

١۔بیانیہ شاعری

٢۔ڈرامائی شاعری

٣۔رزمیہ شاعری

سڈنی کے مطابق افلاطون کو شاعری سے اعتراض نہین بلکہ اس کے غلط استعمال سے ہے۔ان تمام اعتراضات کے باوجود افلاطون خاص قسم کی شاعری کو ریاست کے مفاد کیلئے جائز سمجھتا ہے۔ایسے رزمیئے جو اعلٰی انسانی اقدار مثلاً شجاعت،اعتدال،پاکیزگی وغیرہ کو موضوع سخن بنائیں۔مختصراً افلاطون کے مطابق شاعری کے پیچھے بے پناہ غیر شعوری اور غیر عقلی صلاحیتیں کارفرماں ہوتی ہیں۔

3.ارسطو:

سجاد باقر رضوی نے افلاطون کے بعد ارسطو کے نظریات پر مفصل نوٹ لکھا ہے۔ان کے مطابق ارسطو نے فن اور شاعری کے متعلق کئی رسالے لکھے جو نایاب ہیں. لیکن شاعری اور کتابت کے بارے میں ان کیے نظریات ان کی شہرہ آفاق کتب "بوطیقا" اور "فن خطابت" میں موجود ہیں۔آج بوطیقا کی اتنی اہمیت ہے کہ تنقید میں نوا سطاطیلیسی مکتبہ فکر پیدا ہو چکا ہے جو ارسطو کی تنقید کو بہتر سمجھتا ہے۔بوطیقا کی ترتیب میں سجاد باقر لکھتے ہیں کی یہ رسالہ اتنا مختصر ہے کہ اس میں کل ٢٦ ابواب ہیں۔کچھ حصے جن میں تزکیہ نفس پر تفصیل سے بات کی گئی ہو گی غائب ہیں۔اس کا نصف حصہ المیہ سے متعلق ہے۔رسالے کا حقیقی موضوع شاعری اور اس کی مختلف اصناف ہیں۔بوطیقا کے پہلے پانچ ابواب موضوع سے متعلق ہیں۔١٤ ابواب المیہ سے متعلق،٣ ابواب شعری اصناف اور آخر کے ٤ ابواب رزمیہ شاعری کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔مصنف نے بوطیقا میں چند نقائص کی نشاندہی بھی کی ہے۔ایک تو غنایہ شاعری کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے دوسرا اس کا اسلوب واضح نہیں۔اس کتاب میں ارسطو کا خیال ہے کہ شاعری انسانی فطرت میں شامل ہے اور تقلید اور نقالی کا مادہ ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔وہ افلاطون کے نظریہ نقالی کو یکسر رد کرتا ہے اور اسے تخلیقی عمل سے تعبیر کرتا ہے۔ارسطو شاعری کو تاریخ پر فوقیت دیتا ہے. وہ کہتا ہے کہ "شاعری تاریخ سے زیادہ فلسفیانہ ہوتی ہے۔اس لئے کہ مؤرخ خود کو امر واقع کا اسیر بنالیتا ہے جب کہ شاعر خصوصی واقعات کو عمومی اور آفاقی بنا دیتا ہے"(٣)۔ارسطو کے نزدیک شاعری ایک خاص قسم کی مسرت مہیا کرتی ہے۔وہ اسے صرف مسرت تک محدود نہیں کرتا بلکہ جو اذہان کیلئے صحت مند اور معمول کے مطابق ہو جمالیاتی مسرت عین اسی وقت ممکن ہو گی۔ارسطو تحریک تخلیق کو بھی تسلیم کرتا ہے۔اور ان کا کہنا ہے"شاعری تحریک تخلیق کا نتیجہ ہوتی ہے۔(٤)

اسی طرح ارسطو کے نزدیک

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29

Publishers: Nobel Institute for New Generation

Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

"وزن یا موزونیت شاعری کیلئے لازمی نہیں"(۵)

ارسطو کے نزدیک شاعری کے اصناف یہ ہیں۔

1.رزمیہ

2.المیہ

3.طربیہ

4.غنایہ

وہ المیہ کی تعریف یوں کرتا ہے کہ المیہ ایک ایسے عمل کی تقلید ہے جو سنجیدہ اور مکمل مواد ایک خاص طوالت اور ضخامت کا حامل ہو۔اس کے مختلف حصے زبان و بیان کے مختلف وسائل سے مزین ہوں۔اس کی ہیت بیانیہ ہونے کی بجائے ڈرامائی ہو اور وہ ترحم اور خوف کے مناظر کے باعث ان جذبات کے تزکیہ کا موجب ہوں۔

میری ناقص رائے کے مطابق سجاد باقر صاحب نے اس تعریف میں یہ وضاحت نہیں کی کہ المیہ مختلف حصوں (ایکٹ اور سین) میں تقسیم کیا گیا ہو۔اس تعریف کے مطابق ایک بات تو یہ واضح ہوئی کہ ارسطو کے مطابق ہر فن نقالی ہے۔اور اس کے علاوہ اس کے سننے والے اور دیکھنے والے پر بھی کچھ اثرات ہوتے ہیں۔ سنسکرت میں دھونی اور رسا کے نظریوں میں بھی عین اسی طرح کے قارئین اور ناظرین پر اثرات کا ذکر ملتا ہے۔نورس میں خوف، حیرانگی، اطمینان وغیرہ کے تاثرات پائے جاتے ہیں جو ناٹک سے حاصل ہوتے ہیں۔ارسطو نے المیہ کے 6 بنیادی عناصر بیان کئے ہیں ان میں سے 3 کا تعلق تقلید سے ہے۔ پلاٹ، کردار اور خیال جبکہ دو کا تعلق وسیلہ تقلید سے ہے۔ زبان، نغمگی و آہنگ اور آخری منظر ہے۔ارسطو کردار سے زیادہ پلاٹ پر زور دیتا ہے۔ان کا خیال ہے کہ پلاٹ میں وحدت عمل نامیاتی ہونی چاہیئے۔ نظریہ امکانات میں ارسطو کا خیال ہے کہ پلاٹ کے واقعات کیلئے ضروری نہیں کہ وہ واقعاتی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات ہوں۔آخر میں مصنف نے المیہ کے مثالی ہیرو کے بارے میں ارسطو کے خیالات بیان کئے ہیں۔

4.عہد روما کی تنقید:

عہد روما میں سر فہرست ناقد ہورس تھا جو کہ کلاسک سوچ رکھتا تھا۔اس کے نزدیک ہر وہ چیز قابل قبول ہے جو زمانے کی کسوٹی پر پوری اترے۔وہ قدیم یونانیوں کی تقلید کا قائل تھا۔رومن ناقدین میں دوسرا بڑا نام کوئن ٹیلیسن کا ہے جن کا نام محور ہیت تھا۔وہ قوت استدلال، جوش اور مزاج کو اہمیت دیتا ہے۔

,یہ ایک حقیقت ہے کہ سجاد باقر نے کبھی زیب داستاں کے لیے الفاظ ضائع نہیں کیے۔وہ نپے تلے الفاظ کا چناو کرتے ہیں۔بقول علی محمد خان

"تحریر ہو یا تقریر لفظوں کی فضول خرچی باقر صاحب سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔‘‘(۶)

5.لانجائنس:

ON’’سجاد باقر رضوی کے مطابق اگر لانجائنس کی زندگی میں افلاطونی فلسفے کے اثرات تلاش کئے جائیں تو اس کا عہد تیسری صدی عیسوی بنتا ہے ترفع کے موضوع پر ہے اس تاہم لانجائنس کا تعلق پہلی صدی عیسوی سے ہے۔ان کا مقالہ’’ THE SUBLIME رسالے میں لانجائنس نے ارفع ادب کے پانچ مخرج بیان کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱.عظمت خیالات

۲.شدت جذبات

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29

Publishers: Nobel Institute for New Generation

Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

۳. صناع بدائع کا مناسب استعمال

٤. عظمت زبان یعنی اعلیٰ الفاظ کا انتخاب

٥. مؤثر اور پر شوکت ترتیب الفاظ

یہ پانچ عناصر مل کر کسی بھی فن پارے کو عظیم وارفع بناتے ہیں ان میں سے پہلے دو کا تعلق انسان کی پیدائش سے ہے۔ یعنی قدرت کی یہ عطا کردہ صلاحیتیں اور نعمتیں ہیں اور باقی تین ماحول اور اچھی صحت سے سیکھے جاسکتے ہیں۔ سجاد باقر رضوی نے ترفع کے معنی کے کے لئے ہیں اس سے وہ عنصر مراد ہے جس سے اسلوب عام طور پر بلند ہو کر خاص امتیاز انگریزی کے لفظ "ELIVATION"

کا حامل ہو جاتا ہے۔ خود لانجائنس کا کہنا ہے کہ

"ترفع زبان کی عظمت وشوکت ہے۔ اور اس کا مقصد شعر اور نثر دونوں میں انسانوں کو وجدانی کیفیت کا حامل بنانا ہے۔ اور یہ کام ایک مؤثر اور بروقت ضرب سے لیا جاسکتا ہے"(۷)

ترفع کے اثر کی وضاحت کرت ہوئے لانجائنس کہتا ہے

"عظیم اختراعی ذہن کی حامل تحریریں قاری کو ترغیب نہیں دیتیں بلکہ اسے عالم وجد میں پہنچادیتی ہیں"۔(۸) لانجائنس کے نظریے کو ادبی تنقید میں قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

6. دانتے:

دانتے کے بارے میں سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں کہ ان پر تیرہویں صدی عیسوی کی کلیسائی فضا کی چھاپ نظر آتی ہے۔ اور اسی عیسایت کی لطیف ترین روحانیت کی جھلک اس کی طربیہ خداوندی میں نظر آتی ہے۔ دانتے نے اپنے ادب کے اظہار کیلئے اپنی مادری زبان اطالوی کا انتخاب کیا۔ لاطینی زبان میں شاعری کرنا اس کیلئے قدرآسان بھی تھا اور مشکل بھی۔ ورڈزورتھ کے برعکس دانتے کے نزدیک "شاعری اور اس کیلئے موزوں زبان کا معاملہ ایک طویل اور دردناک مشقت کا معاملہ ہے"۔(۹)

دانتے کے نزدیک سنجیدہ اور اعلیٰ ادب کیلئے بنیادی چیز موضوع، مواد اور فکر ہے۔

عابد صدیق کے مطابق:

"دانتے کے تنقیدی افکار زیادہ تر "زبان" ہی سے سروکار رکھتے ہیں۔ وہ مقامی اور کنواری بولیوں کو ہو بہو ادب میں جگہ دینے کی مخالفت کرتا ہے۔ اور ان کی ایک بلند ادبی سطح کا تقاضا کرتا ہے۔ عام بولی جانے والی زبان اور ادب مین استعمال ہونے والی زبان کے فرق پر سب سے پہلے اسی نے اصرار کیا۔ وہ کہتا ہے عام زبان استعمال کی جائے تو وہ عامیانہ اور دیہاتی نہ ہو بلکہ شاندار اور واضح ہو، جو ادب کے شایان شان ہو"(۱۰)

7. سر فلپ سڈنی:

"سجاد باقر رضوی نے سڈنی کے رسالہ "شاعری کی مدافعت"DEFENCE OF POESIE" کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ان کے نزدیک سڈنی نے جہاں اپنے دور کے تعصبات کے خلاف بغاوت کی وہاں ان کا رسالہ ہم عصر تعصبات کا اثیر بھی ہے۔ فلپ سڈنی کا یہ رسالہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں شاعری کی قدامت، آفاقیت، اور اس کے فن شریف ہونے پر زور دیا ہے۔ دوسرے حصے میں شاعری کی ماہیت، وظیفہ اور مقصد پر گفتگو کی گئی ہے۔ تیسرے حصے میں وہ شاعری پر لگے اعتراضات کا جائزہ لیتا ہے۔ چوتھا حصہ عصری رجحانات کے جائزے پر مشتمل ہے۔ سڈنی نے جن پیورٹن اعتراضات کو پیش نظر رکھا ان میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں۔

۱. شاعری کا مطالعہ وقت کا ضیاع ہے.

2. شاعری جھوٹ کی ماں ہے.

۳. شاعری کردار کیلئے مضر ہے اور جذبات کے ذریعے اسے کمزور کرتی ہے۔

٤. اور یہ کہ افلاطون نے اپنی ریاست سے شاعروں کو نکال دیا تھا۔

سڈنی نے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔ان کے نزدیک شاعری مفید علم ہے، شاعر کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتے، عقل شاعری کو خراب کرتی ہے نہ کہ شاعری عقل کو اور یہ کہ افلاطون شاعری کے خلاف نہیں تھا بلکہ شاعری کے غلط استعمال کے خلاف تھا۔

سڈنی نے شاعری کو تاریخ اور فلسفے پر فوقیت دی ہے۔ تاریخ واقعات کو دیکھتی ہے اور فلسفہ خیالات کو جبکہ شاعری دونوں واقعات اور خیالات کا احاطہ کرتی ہے۔

7. ڈرائیڈن:

سجاد باقر رضوی کے مطابق ڈرائیڈن کو نوکلاسیکی نظریات کیلئے رہنما سمجھا گیا۔ ڈرائیڈن فن میں وحدت کے حصول کا قائل ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک ڈرامے کا پلاٹ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے فن شاعری کے متعلق وہ اپنے مضمون ڈرامائی شاعری (AN ESSAY ON DRAMATIC POESY) میں ڈرامہ کی تعریف یوں کرتا ہے

"ڈرامہ انسانی فطرت کا متوازن اور شگفتہ عکس ہے جو انسانی جذبات، مزاج اور تقدیر کے نشیب و فراز کی نمائندگی کے ذریعے عالم انسانی کو درس اور مسرت فراہم کرتا ہے" (۱۱)

انگریزی تنقید میں ڈرائیڈن کو پہلا نقاد تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اندھی تقلید کے خلاف آواز اٹھائی.

عابد صدیق کا کہنا ہے:

"ڈرائیڈن کو انگریزی تنقید کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلا نقاد نہیں تھا لیکن پہلا اور زبردست نقاد ہونے کے سبب وہ بجا طور پر ایسا کہے جانے کا مستحق ہے۔ اس نے سب سے پہلے تنقید کے مروجہ اصولوں پر سنجیدگی سے غور کیا۔ اس سے پہلے انگریزی میں تنقیدی اصول بہت زیادہ منضبط صورت میں موجود نہیں تھے۔ لیکن پورا انگریزی ادب اس کے سامنے تھا جس کا اسے علم تھا۔ اور وہ خود بھی اول درجے کا شاعر تھا" (۱۲)

۔ میری ذاتی ناقص رائے کے مطابق ڈرائیڈن سے پہلے انگریزی ادب میں سڈنی اپنے نظریات پیش کر چکا تھا پھر انھیں پہلا انگریزی نقاد کیوں نہیں سمجھا گیا۔

ڈرائیڈن کے نزدیک ہر دور میں لوگوں کی پسند اور ناپسند اور ذوق سلیم میں فرق آجاتا ہے اسی لیئے کسی بھی فن پارے کو اسی دور کے ادب کے ساتھ جانچنا چاہیئے نا کہ دوسرے دور یا علاقے کے ادب کے ساتھ۔ اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ " گو بنیادی طور پر انسانی فطرت اور عقل کی استعداد تمام انسانوں میں ایک جیسی ہوتی ہے۔ مگر آب و ہوا، زمانہ اور انسانی طبائع جن کیلئے شاعر لکھتا ہے اتنے مختلف ہو سکتے ہیں کہ جو چیز یونانیوں کیلئے مسرت بخش تھی ہو سکتا ہے وہ انگریزی سامعین اور ناظرین کیلئے سکون بخش نہ ہو۔

8. ڈاکٹر جانسن:

سجاد باقر رضوی کے مطابق جانسن اٹھارہویں صدی کی نوکلاسیکی اقدار کا آخری نقاد ہے۔ وہ کلاسیکیت اور رومانیت کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے دور کی ترجمانی کرتے ہوئے عقلیت اور عقلی و عملی اخلاقیات کا علم بردار ہے۔ مصنف کے نزدیک ڈاکٹر جانسن اور سر سید کی تحریک میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ شاعری کے مقصد کے حوالے سے ڈاکٹر جانسن ڈرائیڈن کے نظریے کی ہی تائید کرتا ہے۔ جانسن کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے اٹھارویں صدی کے نوکلاسیکی ناقدوں میں مروجہ تصور تقلید کی شدید

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29

Publishers: Nobel Institute for New Generation

Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

مخالفت کی ہے۔ ڈاکٹر جانسن کے بعد نو کلاسیکی اقدار کے خلاف شدید ردعمل آتا ہے اور یہ ردعمل انسانی جذبات اور احساسات کے حق میں آتا ہے۔ خارجیت سے داخلیت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ ادب کو سخت قواعد و ضوابط سے آزاد کرنے کی بات کی جاتی ہے۔

9. ورڈزورتھ:

ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے انگریزی نقادوں کی تفصیل میں ورڈزورتھ کو بھی نمایاں جگہ دی۔ ورڈزورتھ کا تصور فطرت دراصل شیفسٹری کے تصور فطرت کی ارتقائی صورت ہے۔ ورڈزورتھ کے نزدیک انسان جتنا فطرت کے قریب ہوگا اتنا ہی صحیح قسم کا انسان ہوگا۔ ورڈزورتھ سمجھتا ہے کہ شاعری کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ فطری انسان کی عکاسی کرے۔ ورڈزورتھ کے اس تصور کو رومانوی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ (ROMENTIC NATURALISM) شعری زبان سے متعلق ورڈزورتھ کا خیال تھا کہ یہ حتی فطریت

کہ عام انسانوں کی عام بول چال کی زبان ہوسکتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

1". شعری زبان انسان کی حقیقی زبان کا انتخاب ہونی چاہیئے۔

2. اظہار میں سلاست وہ سادگی ہونی چاہیئے۔(۱۳)

شاعری کے مقصد کے حوالے سے ورڈزورتھ کا خیال ہے کہ "عظیم شاعر لوگوں کے احساس کی تنظیم کرتا ہے۔ انھیں نئے احساسات سے روشناس کراتا ہے۔ احساس کو شائستگی اور استقلال ادا کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ احساسات کو فطرت سے ہم آہنگ کرتا ہے یعنی ابدی فطرت سے جس سے تمام اشیا کو تحریک ملتی ہے۔ قوت متخیلہ ورڈزورتھ کے نزدیک عام زندگی کے حالات و واقعات میں متخیلہ رنگ آمیزی کا کام کرتا ہے۔ ورڈزورتھ متخیلہ اور کالرج متصورہ کو تخلیقی قوتیں سمجھتا ہے۔

10. کالرج:

کالرج کے نزدیک شاعر پوری روح انسانی میں تحریک کا باعث بنتا ہے اور اس طرح روح انسانی کی ساری صلاحیتیں اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے تابع ہو جاتی ہیں"۔ کالرج کے نزدیک ترفع ایک داخلی احساس ہے۔ کالرج شاعری کو جذبات کے بغیر نامکمل سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے عظیم شاعری وزن کے بغیر ممکن نہیں جہاں ورڈز ورتھ شاعری کو "جذبات کی شدید رو میں بہہ جانے کا نام کہتا ہے" تو کالرج "تنہائی میں یکجا کئے گئے خیالات" کو شاعری کا نام دیتا ہے۔

11. ایڈگر ایلن پو:

ہمیں یہاں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ اس کتاب سے پہلے سجاد باقر رضوی نے امریکہ کے پچھلے 25 سال کے ادب پر ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے مغربی تنقید کا لفظ استعمال کیا تو بہتر سمجھا کہ اس میں امریکہ اور فرانس کے ناقدین کو بھی شامل کروں۔ ان کے خیال میں انیسویں صدی کے نو دولتی ذہن کو فنی اور جمالیاتی اقدار سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایڈگر ایلن پو کے نظریات کی تحریک شروع ہوئی اور جب اس کے اثرات فرانس سے انگلستان پہنچے تو فن بدولت فرانس میں علامیت (SYMBOLISM) برائے فن کی تحریک شروع ہوئی۔ ایڈگر ایلن پو فن میں کسی غیر شعوری یا وجدانی تحریک شعر کا قائل نہیں ہے جو کہ افلاطون کا بنیادی نظریہ تھا۔ وہ فن پارے کو فنکار کی شعوری کوشش کا نتیجہ تصور کرتا ہے۔ رزمیہ نظموں کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ "ہم جس چیز کو طویل نظم کہتے ہیں وہ دراصل مختصر نظموں کا سلسلہ ہوتا ہے یعنی مختصر شاعرانہ تصورات"

اس تناظر میں عارفہ صبح خان رقم طراز ہیں:

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29

Publishers: Nobel Institute for New Generation

Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

"ایڈ گرائلن پو کے حوالے سے باقر صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ انکی تنقیدی بصیرت پر دلالت کرتا ہے۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی کے عہد میں مغربی علوم کے تراجم کی اچانک یلغار شروع ہوگئی تھی اور ہر شخص خود کو عالم فاضل اور مغربی ادبیات کا عالم ثابت کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ باقر صاحب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے ترجمے کے ساتھ ساتھ زیادہ تفہیم عبارت اور مصنف کی شخصیت و فن پر انتقاد کو جوہر دکھایا ہے"۔(۱۴)

12. طین اور ساں بو:

جہاں رومانوی نقاد ورڈز ورتھ اور کالرج نے انسانی ذہن کو فطرت کے ہم پایہ وہاں مشہور فرانسیسی نقاد طین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ادب انسانی معاشرے کی تخلیقی قوتوں کا اظہار ہے اور ادیب جس ماحول میں پیدا ہوتا ہے وہ اس ماحول کی تخلیق ہوتا ہے۔ارد گرد کے واقعات اسے ایک خاص سانچے میں ڈھالتے رہتے ہیں۔اس طرح طین کا خیال ہے کی ہر جگہ اور ہر عہد کا ادب ایک مخصوص نسل،ایک مخصوص ماحول اور ایک مخصوص لمحے کی تخلیق ہوتا ہے اور وہ ان حدود سے باہر نہیں جاسکتا۔طین کے مطابق کسی بھی ادب یا فن پارے میں تین عناصر کار فرما ہوتے ہیں۔

۱. نسل

۲. ماحول

۳. لمحہ

13. میتھیو آرنلڈ:

آرنلڈ "ادب برائے زندگی اور تنقید حیات" کا قائل تھا اس نے ادب کو "تنقید حیات" قرار دے کر ادب اور زندگی کے رشتے کو استوار کیا۔مگر بعد میں اس نے اسے محض شاعری تک محدود کر دیا۔اور اسی کو شاعری اور نثر میں تمیز کرنے والی کسوٹی قرار دیا۔میتھو آرنلڈ کے نزدیک تنقید کا مقصد کچھ اس طرح ہے "دنیا میں جو بہترین باتیں معلوم کی گئی ہیں اور جو کچھ دنیا میں بہتر سے بہترین سوچا گیا ہے تنقید کا کام اس کو جاننا، معلوم کرنا اور پتا لگانا ہے کہ ان کو معلوم کرنے کے بعد دوسروں تک پہنچانا ہے تاکہ وہ نئے اور جدید نظریات اور خیالات کی تخلیق میں زیادہ سے زیادہ مدد ومعاون ہو سکیں"۔(۱۵)

آرنلڈ شاعری کو مذہب اور سائنس پر ترجیح دیتا ہے۔شاعری میں بعض ایسی اقدار ہیں جنھیں سائنس کبھی تباہ نہیں کر سکتی۔آرنلڈ شاعری کو تنقید حیات تصور کرتا ہے جس سے اس کی مراد زندگی کو غیر ذاتی نقطہ نگاہ سے دیکھنے اور اعلیٰ ترین اقدار اور خیالات تلاش کر کے انسانیت کو تکمیل کی راہ دکھانا ہے۔آرنلڈ موضوع اور اسلوب کی سنجیدگی کے قائل تھے۔اعلیٰ اور سنجیدہ اسلوب کی پرکھ کیلئے جو معیار بنایا تھا وہ ہومر، دانتے، شیکسپیئر اور ملٹن وغیرہ کے کام کے اعلیٰ نمونوں پر مشتمل تھا۔

رسکن:

رسکن کو سڈنی کی طرح پیورٹن کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا بلکہ وہ تو خود اپنے دور کے پیورٹن اخلاقیات کا ہم نوا تھا۔فن کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ وہ جمال خداوندی کا مظہر ہوتا ہے۔اس لئے تمام فنون میں خدا کی صفات کی جھلک نظر آتی ہے۔رسکن اور افلاطون نے کافی مماثلت پائی جاتی ہے کیونکہ دونوں معلم اخلاق تھے۔البتہ شاعری اور اخلاقیات میں سمجھوتہ کے حوالے سے وہ کسی قسم کی الجھن کا شکار نہ ہوا۔رسکن حسن کو تحفہ خداوندی سمجھتا ہے وہ کہتا تھا کہ فن درس و ترغیب کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔

والٹن پیٹر:

سجاد باقری رضوی نے والٹر پیٹر کے نظریات کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دی۔ وہ لکھتے ہیں کہ والٹر پیٹر سمجھتا تھا کہ ورڈزورتھ کی شاعری میں اعلیٰ اور ادنی دونوں قسم کے انداز ملتے ہیں جس کا مطلب ان کے ہاں ثنویت ہے۔ پیٹر فن اور اس کی تنقید کو چند اصولوں کا مقید نہیں سمجھتا وہ کہتا ہے کہ "محض نظریات کی سخت گیری سے آزاد ہو اور اس کے باوجود خیالات سے لبریز ہو"۔(١٦)

کروچے:

سجاد باقر رضوی کے مطابق ادیبوں کا ایسا گروہ جو خود کو اظہار پسند کہتا ہے کروچے کے نظریات پر اپنے تصورات کی بنیاد رکھتا ہے۔ کروچے وجدان، تاثرات اور حسی ادراک میں فرق سمجھتا ہے۔ کروچے کا یہ کہنا کہ "اظہار" فنکار کے ذہن میں مکمل ہو جاتا ہے اگر ایسا عمل تکمیل کی منازل طے کر لیتا ہے تو پھر اس "اظہار" پر تنقید کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ کروچے یہ بھی سمجھتا ہے کہ فن ہمیشہ فنکار کا "ذاتی اظہار" ہوتا ہے۔ کروچے نے حسن کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ اس نے موضوع کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اظہار مکمل ہونا چاہیئے چاہے موضوع کچھ بھی ہو۔

ٹی۔ایس۔ایلیٹ:

سجاد باقر رضوی کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب "ارسطو سے ایلیٹ" میں اپنی تنقید کا آخری باب ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ بیسویں صدی کا بہت بڑا نقاد ہے۔ ایلیٹ ادب کا وسیع مطالعہ کر کے اس سے اصولوں کی دریافت کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک تخلیق کار نقاد بھی ہوتا ہے۔ وہ ادب میں موازنہ نہ کرنے کے حق میں تھے۔ ان کو فن پارے کے بارے میں یہ تشویش تھی کہ بعض لوگ اصل فن پارے کو پڑھنے کی بجائے ان کی تنقید پڑھنے میں لگے رہتے ہیں۔ ایلیٹ گمنام شعرا کے احیا کے حق میں تھے۔ روایت سے مراد یہ ہے کہ سابقہ ڈگر پر ہی چلا جائے۔ روایتی شاعر وہ شاعر ہوتا ہے جو پرانے خیالات کو پرانے ہی انداز میں پیش کرتا ہے اس کے کلام میں نہ جدت ہے اور نہ انفرادی رنگ۔ ایلیٹ کے نزدیک روایت کے معنی بہت وسیع ہیں اور یہ ورثہ میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے حصول کیلئے محنت اور کاوش درکار ہے۔ روایت کے ساتھ ساتھ ایلیٹ کا انفرادیت اور شخصیت سے متعلق بھی تصور جداگانہ ہے۔ ان کے خیال میں گو شاعر کے جذبات کسی چیز کی تخلیق میں براہ راست حصہ نہیں لیتے اور شاعری میں جو جذبات موجود ہوتے ہیں وہ بقول ایلیٹ شاعر کے اپنے نہیں ہوتے کیونکہ یہ جذبات غیر شخصی ہوتے ہیں۔

ایلیٹ اپنے غیر شخصی نظریہ شاعری کو اس طرح پیش کرتا ہے "شاعر کے پاس اظہار کیلئے کوئی شخصیت نہیں ہوتی بلکہ ایک وسیلہ ہوتا ہے، جو محض وسیلہ ہوتا ہے نہ کہ شخصیت جس میں تاثرات و تجربات عجیب اور غیر متوقع طریقے سے ترتیب پاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تجربات اور تاثرات جو اس کیلئے بحثیت انسان اہم ہوں شاعری میں جگہ نہ پائیں اور جو شاعری میں اہمیت کے حامل ہوں وہ اس کیلئے بحثیت انسان یعنی اس کی شخصیت کیلئے معمولی اہمیت رکھتے ہوں"۔(١٧)

اس کا خیال ہے کہ شاعر کیلئے روایت کیلئے پابند ہونے کیلئے ماضی کا شعور حاصل کرنا بہت ضروری ہے وہ اس طرح حاصل کیا جاتا ہے کہ فنکار اپنی ذات (جیسے کچھ اس وقت ہے) مسلسل کسی ایسی چیز کے سپرد کرتا رہے جو اس کی ذات سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ ایک فنکار کی ترقی اپنی ذات کی مسلسل قربانی اور اپنی شخصیت کو مسلسل معدوم کرنے میں مضمر ہے۔ اس لئے وہ کہتا ہے کہ "شاعری جذبات کے سیلاب کا نام نہیں بلکہ اس سے بچنے اور اس سے گریز کی ایک صورت ہے۔ یہ شخصیت کا اظہار اور انعکاس بھی نہیں"۔

ماحصل:

اردو تنقید میں نئی جہتوں کی تلاش کیلئے سجاد باقر رضوی کی کتاب مغربی تنقید کے اصول ایک مشعل راہ ہے۔ یہ کسی بھی نقاد کی شب و روز محنت کا ثمر ہے۔ بلاشبہ اس میں انھوں نے یونان، اٹلی، فرانس، اور انگریزی نقادوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ سجاد باقر رضوی کی ذات پر پر محمد حسن عسکری، کرار حسین اور پروفیسر حمید اللہ کا گہرا اثر ہے۔ انھوں نے خود بھی کئی بار

Shnakhat (Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641 page: 19-29

Publishers: Nobel Institute for New Generation

Vol:3, issue:1 (2024) http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

اس بات کا اعتراف کیا کہ محمد حسن عسکری کی ان کے ذہن پر اور کرار حسین کی انکے دل پر گرفت ہے۔انھوں نے اپنے اساتذہ کی خاک اپنے سر پر لے لی اور اس طرح کی انمول کتاب اردو ادب کو تحفے میں دی.ان کی اس کاوش میں ہم عابد علی عابد کے رسالہ "صحیفہ "اور سبط حسن کے رسالہ "لیل و نہار" کی حوصلہ افزائی کا بھی بہت اہم کردار ہے۔یقینا سجاد باقر رضوی نے اپنی پوری ایمانداری اور خلوص کے ساتھ مغربی تنقیدی کے اصول قابل فہم حالت میں آنے والے نقادوں کیلئے پیش کئے ہیں۔میری ناقص رائے کے مطابق تحقیق کا عمل ایک مسلسل عمل ہے اور اس کے بعد بھی اس پر کام جاری رہیگا لیکن سجاد باقر رضوی نے وہ مضبوط بنیادیں فراہم کردیں کہ جس پر تنقید کی ایک مضبوط عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

١۔عارفہ صبح خان۔اردو تنقید کا اصلی چہرہ۔٢٠٠٩۔علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور۔صفحہ ٢٩٦

٢۔سجاد باقر رضوی۔مغربی تنقید کے اصول۔١٩٨٥۔نصرت پبلشرز لکھنو۔صفحہ ٦

٣۔ایضاً۔صفحہ ٣٩

٤۔ایضاً۔صفحہ ٤١

٥۔ایضاً۔صفحہ ٤٢

٦۔علی محمد خان،سجاد باقر رضوی ہمہ جہت ادبی شخصیت،روزنامہ دنیا،۱۵ اگست ۲۰۲۳

https://dunya.com.pk/index.php/special-edition/2023-08-15/4125

٧۔سجاد باقر رضوی۔مغربی تنقید کے اصول۔١٩٨٥۔نصرت پبلشرز لکھنو۔صفحہ ٨٠

٨۔ایضاً۔صفحہ ٨١

٩۔ایضاً۔صفحہ ١١٢

١٠۔عابد صدیق۔مغربی تنقید کا مطالعہ۔افلاطون سے ایلیٹ تک۔١٩٩٢۔ثاقب پبلشرز لاہور۔صفحہ ٤٣

١١۔سجاد باقر رضوی۔مغربی تنقید کے اصول۔١٩٨٥۔نصرت پبلشرز لکھنو۔صفحہ ١٢٥

١٢۔عابد صدیق۔مغربی تنقید کا مطالعہ۔افلاطون سے ایلیٹ تک ١٩٩٢۔ثاقب پبلشرز۔صفحہ ٤٣

١٣۔سجاد باقر رضوی۔مغربی تنقید کے اصول۔١٩٨٥۔نصرت پبلشرز لکھنو۔صفحہ ١٤٩

١٤۔عارفہ صبح خان۔اردو تنقید کا اصلی چہرہ۔٢٠٠٩۔علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور۔صفحہ ٢٩٦

١٥۔سجاد باقر رضوی۔مغربی تنقید کے اصول۔١٩٨٥۔نصرت پبلشرز لکھنو۔صفحہ ١٤٦

١٦۔ایضاً۔صفحہ ٢١٠

١٧۔ایضاً۔صفحہ ٢٣٤